کے ساتھ ساتھ جنگ کا خوف بھی دامن گیر ہو رہا ہے۔ جو کیفیت ملک ملک کے باہمی تعلقات میں پائی جاتی ہے ۔ بعینہ وہی کیفیت سوسائٹی میں ہر فرد کے تعلقات میں بھی پائی جاتی ہے۔ وہی حرص و طمع ،وہی اقتدار کی خواہش ،وہی کش مکش اور خلفشار ،وہی بیم ورجا وہی لاگ ڈاٹ ، ہماری اپنی ذاتی پریشانی اور دل شکنی کا باعث ہو رہی ہے۔

ان مسائل کے حل کے متعلق عموماً دو مختلف اور متضاد خیالات پائے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ سوسائٹی کا نظام ایک خاص معیار کے مطابق خواہ ان لوگوں کی رضامندی اور مرضی سے خواہ زبردستی اور تشدد سے تبدیل کر دیا جائے۔ اس طرزِ عمل سے امید یہ کی جاتی ہے کہ ہر شخص چونکہ سوسائٹی کا ایک جزو ہے خود ہی مجبوراً بدل جائے گا، افلاس دور ہو جائے گا، اور بنی نوع انسان پہلے سے بہتر، زیادہ آسودہ اور خوش و خرم رہ کر امن کی زندگی بسر کرنے لگیں گے۔ دوسرا خیال جو اس کے بالکل متضاد ہے، وہ یہ کہ سوسائٹی فرد سے ہر گز علیحدہ نہیں، وہ تو فی الواقع افراد کا مجموعہ ہے۔ اس لیے اگر ہر فرد اپنے باطنی احساس اور جذبات پر نگاہ رکھے اور اپنے ماحول کے اثرات سے بخوبی آگاہ رہے تو اس کے جذبات زیادہ لطیف ہو جائیں گے، اور اس کے طرز زندگی میں اور ہم جنسوں کے ساتھ اس کے تعلقات میں یگانگت اور محبت کے اثرات نمایاں ہوں گے ، جس کا لازمی نتیجہ سوسائٹی میں امن و امان ہو گا۔ ان دونوں متضاد خیالات کے متعلق غور طلب امر یہ ہے کہ کیا تعلیم ایسے طریقہ کی دی جائے جس سے بنی نوع انسان ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوئے اور ایک ہی کالبد میں کسے ہوئے نکلیں، یا تعلیم اس

طرز کی ہو جس سے انسان کے باطنی جذبات پاکیزہ ہوں، دوئی، علیحدگی، نخوست اور تنفر کے احساس دور ہوں اور بجائے تفریق کے معاونت اور یگانگت، سنجیدگی، اور خوش اسلوبی، شفقت و عنایت، درد دل اور پاسِ وفا کا اظہار ہر فرد کی زندگی میں اور اسکے خارجی تعلقات میں نمایاں ہو۔ دوسرے معنی میں انسان میں انسانیت پیدا ہو۔ انسان تو حیوان نہیں کہ اس کو ٹھوک پیٹ کر ہموار اور مطیع کر لیا جائے چونکہ سوسائٹی اور ماحول کے اثرات سے انسان بچپن ہی سے نہایت درجہ متاثر ہو جاتا ہے، اسی لیے ان اثرات کی بندشوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان ان بندشوں سے آزاد ہو۔ یہ آزادی تب ہی حاصل ہو گی جب ہر شخص اپنی اپنی جگہ اُن بندشوں سے پورا پورا آگاہ ہو جائے۔ یہ بندشیں تب ہی ٹوٹیں گی جب خود شناسی کی بدولت انسان میں فہم و دانش کا دخل ہو کر اس کا ظہور ہر فرد کی زندگی اور اس کے خارجی تعلقات میں ہوتا رہے گا۔

مصنف کے اس بیان کی صحت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ”جب تک انسانوں کے درمیان موجودہ تعلقات میں بنیادی تبدیلی نہ کی جائے گی تو رائج الوقت کاروبار اور تجارت کے ڈھنگ سے انتشار لا محالہ بڑھتا جائے گا۔ اور وہ تباہی اور بربادی کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔ جب تک تشدّد و ظلم، کذب و فریب اور تشہیر کا دور دورہ رہے گا، اخوتِ انسانی کی روح پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ تو ہم خود دیکھ سکتے ہیں کہ مروجہ طرز تعلیم سے جس کی بدولت انسانوں میں بغض و تنفر کے اسباب قائم ہیں اور آئے دن ملک یا خدا کے نام پر قتل عوام ہوا کرتا ہے، ایسی بدعتوں کا انسداد نہیں ہو سکا ہے۔ منظم مذاہب بھی باوجود دینی اور دنیوی اقتدار کے انسان